اسلامی ریاست کےعدالتی نظام کا تحقیقی مطالعہ

Islamic study of the Islamic State's judicial system

*محمد صفی اللہ صفی1
**ڈاکٹر محمد ریاض الازہری2

Abstract

The civilization of the uppermost level of civilization, the lower level, cannot remain unnecessary. Till today, a nation has not considered the state of inferiority and depression as capitalism. Fights and differences are the essential part of nature, if there is a power in the world that could give its right to the weak, and then the world will become anxiety and insulting. Often, the blessings and blessings of Allah will be in every state of life. That is why it is important to make up in Islam. It is also the honor and respect of the Islamic law. In many places in the Quran, justification has been mentioned in the Qur'an. The Prophet ﷺ had given importance to justice as well. Therefore, the judicial system can be divided into three broadcasts. From the migration of the Prophet Muhammad ﷺ in this period, offer of the prophet the orthodox caliphs are included. It begins with the construction of Baghdad from the Abbasi capital, and it continued until 1255. It starts with the introduction of modern reforms in the era of Abdul Mawlid Sadiq, the Usman Empire. After the rule of Mohammad Ali Pasha in Egypt, the Usman rule of the Usman Empire has been maintained since then.

Key word: judicial system, Islamic State's, Usman Empire, three broadcasts

تمہید:

تہذیب وتمدن کی اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی قوم ہویا نچلے سطح کی، عدلیہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتی-آج تک کسی قوم نے ابتری اورانتشار کی حالت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار نہیں سمجھا -جھگڑے اور اختلافات انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہیں اگر دنیا میں کوئی ایسی طاقت فرما نہ ہو جو کمزور کو اپنا حق دلاسکے تو یقیناً دنیا میں انتشار اور بدنظمی پیدا ہوگی اورفتنہ اورفساد قومی زندگی کے ہر ہر عضو میں سرایت کرجائے گی-اسی بناء پر اسلام میں قضاء کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اسلامی شریعت کی رو سے اس کا وقار اور احترام بھی ہے-قرآن میں متعدد مقامات پر عدل

---

* پی ایچ،ڈی سکالر اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈی ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
** ایسوسی ایٹ پروفیسرڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

وانصاف کی وضاحت کی گئی ہے اس طرح نبی کریمﷺ نے بھی عدل وانصاف کوبہت اہمیت دے رکھی تھی۔ لہذا اسلامی نظام عدلیہ کو تین بڑےادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1. نبی کریمﷺ کی ہجرت سے ڈیڑھ سوسال تک ابتدائی دور تھا۔اس لئے نظام عدلیہ بھی ابتدائی تھااس دور میں نبی کریم ﷺ کادور اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا دور شامل ہے۔
2. یہ بغداد کی تعمیر سے عباسی دارالحکومت سے شروع ہوتا ہے کیونکہ اس دور میں علوم وفنون انتہا کو پہنچ گیا تھا علماء کا مرکز بغداد تھا۔عباسی حکومت کمزور ہوکرتباہ ہوگئی اوراسلامی حکومت ترکوں کے ہاتھ میں چلی گئی اوریہ دور 1255ء تک جاری رہا۔
3. یہ دورسلطان عبدالمجید ثانی کےدولت عثمانیہ میں جدید اصلاحات کے نفاذ سے شروع ہوتاہے۔نظم ونسق کے دیگر شعبوں میں تبدیلی لانے کے ساتھ ساتھ عدلیہ کے شعبے میں بھی تبدیلی آئی۔مصر میں محمد علی پاشا نے
4. ا برسر اقتدار آنے کے بعد سلطنت عثمانیہ کے قوانین کااجراء کیااوریہ دور اس وقت سے لیکر اب تک برقرار ہے۔

اسلام کاعدالتی نظام

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔زندگی کاکوئی شعبہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی،قومی ہو یا بین الاقوامی،معاشی ہویاسیاسی،معاشرتی ہویا قانونی اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں رہا۔اسلامی تعلیمات جامع اور مانع ہیں۔اسلام زندگی کے ہر شعبے کو تحفظ مہیا کرتاہے۔خواہ معاش ہویا سیاست ہو یا معیشت ہو یا قانون وعد ل ہو۔اسلام کےمعانی امن وسلامتی کے ہیں اس سلامتی کا ایک مظہر اس کا نظام عدل ہے جو دنیاوی طورپر لوگوں کو امن وسلامتی فراہم کرتاہے۔ عدل کا اصل منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلہِ"[3]

ترجمہ:اقتدار اللہ کے سوا کسی کی نہیں (ہونی چاہیے)۔

"اَلَا لَہ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ"[4]

ترجمہ: خبردارخلق اور امر اسی کا ہے۔

---

3 الأنعام6: 57

4 الأعراف7: 54

اسلام کا ایک مستقل عدالتی نظام ہے جو قرآن وسنت کے اصولوں کے مطابق ہیں جیسے ارشاد ہے:

"اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ"[5]

ترجمہ:بے شک اللہ عدل کا حکم فرماتا ہے۔

رسول اللہ ﷺکے عہد میں نظام عدالت

دور رسالت اسلامی تاریخ کا سنہری دور ہے اور یہ دور دوسرے تمام ادوار کےلئے ایک بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔اس کے مطابق ہر دور کے مسلمانوں نے حتی الوسع عمل کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں رسول اللہﷺ کو لوگوں تک پیغام حق پہنچانے کا فریضہ سونپا تھا وہاں لوگوں کے درمیان تنازعات فیصلہ کرنے کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈالی تھی۔نبی کریمﷺ نے چالیس سال کی عمر میں مکہ معظمہ میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تھا اور وہاں تیرہ سال تک دین اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ جب نبی کریمﷺ کو ہجرت کا حکم دیاگیا تو نبی کریمﷺ مدینہ تشریف لے آئے وہاں اسلام کو بے حد فروغ حاصل ہوا اور روزبروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور ان کے درمیان تنازعات کاواقع ہونا ایک فطرتی امر تھا تاہم اس مبارک دور میں صحابہ کرام پر تقویٰ غالب تھا اس وجہ سے ان کے درمیان اگر کوئی تنازعہ پیدا ہوتا تو فریقین کا ذکر کئے بغیر شرعی حکم معلوم کرلیتے اور پھر اس پر عمل کرلیتے تھے بہرحال یہ بھی امکان تھا کہ بعض تنازعات سنگین نوعیت اختیار کرلیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریمﷺ کو حکم دیا۔

فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللہُ[6]

ترجمہ: اے رسول ﷺ لوگوں کے درمیان ان احکامات کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ تعالی نے آپ پر نازل کئے ہیں۔

پھر ان تنازعات کے فریقین کےلئے فرماتے ہیں:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا[7]

ترجمہ:اے رسولﷺ تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم یعنی فیصلے دینے والا نہ بنائیں گے اور پھر آپ جو فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں

---

5 النحل16: 90

6 المائدہ5 : 48

7 النساء5: 65

میں کوئی بوجھ محسوس نہ کریں اورتیرے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سرتسلیم خم نہ کریں گے۔

نبی کریمﷺکے پیدائش سے عرب میں ایک عالمگیر تحریک پیدا ہوئی اور جاہلیت کے تمام رسم ورواج اورادارے معطل قرار دیئے گئے۔اورایک نیا معاشرہ وجود عمل میں آیا۔نبی کریمﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرکے اسلامی ریاست قائم فرمائی۔اور جس کو ایک دستور فراہم کیاگیا جس دستور پراسلامی مملکت کی تشکیل ہوئی اوراس دستور کے بعض دفعات نظام عدل سے تعلق رکھتے ہیں۔

دستور مدینہ کے تحت عدلیہ

دستورمدینہ کی دفعات 24 اور44 کاتعلق عدلیہ سے ہیں اوریہ دستور دنیا کا پہلا تحریری دستور کہلانے کامستحق ہے۔اس دستور کے مطابق انصاف متضرر کے ہاتھ میں نہ ہوگا ۔کسی رشتہ داری اور قرابت کا لحاظ نہیں کیاجاسکتا۔اس دستاویز میں عدالتی،تشریعی،فوجی اورتنفیذی کے اعلی اختیارات نبی کریمﷺنے اپنے لئے محفوظ فرمائے۔[8]

جیسے فرماتے ہیں:

”انصافی مسائل میں جانبداری کرنے اور اپنے رشتہ داروں کی بچاوکرنے بلکہ خود حقیقی بیٹے تک کو بچانے کی کوشش کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی اور جملہ مسلمان اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہر ضرر پہنچانے یا ضرر پہنچانے کی تیاری کرنے والے شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے میں پوری طرح ہاتھ بٹائیں گیں۔[9]

”قتل عمد کی سزا قصاص مقرر کی گئی البتہ مقتول کے ولی کو اختیار دیاگیا کہ دیت لے کر قصاص سے درگزر کرے اور انصاف رسانی میں مداخلت کی سختی سے ممانعت کی گئی اس طرح کسی قاتل مجرم کو پناہ یا مدد دینے کی ممانعت کی گئی۔[10]

رسول اللہ ﷺ بطور چیف جسٹس

---

8 محمد ،حمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، مکتبہ ابراہیمیہ ، حیدر آباد ،ص84

9 ایضاً ،ص91-93

10 ایضاً ،ص93

دفعہ 24 اور44 کے تحت تمام عدالتی معاملات اورمقدمات نبی کریمﷺ کے سامنے پیش ہوں گے ان دفعات کی بناء پر نبی کریمﷺ مدینہ کے چیف جسٹس قرار پائے۔
دفعہ 44: جب اس صحیفہ والوں کے درمیان کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی تنازعہ کھڑا ہو جس سے فساد برپا ہونے کا خدشہ ہو تو اس کا حوالہ اللہ تعالیٰ اورنبی کریمﷺ کی طرف کرناہوگا۔[11]
اس دفعہ میں ہر قسم کے جھگڑے میں اللہ تعالیٰ اورنبی کریمﷺ سے رجوع کرنے کا کہا گیاہے۔
نبی کریمﷺ کے دور میں صوبائی نظام عدالت
مدینہ میں آبادی کم تھی اور مختلف علاقوں میں بستیاں پھیلی ہوئی تھیں۔محدود معاش اورمسائل کی وجہ سے لوگ زیادہ تر غریب تھے۔اورروزی حاصل کرنے کی وجہ سے رسول اللہﷺ کی خدمت میں ہمہ تن حاضر نہیں ہوسکتے تھے۔اس صورت حال نے مقامی عدالتی نظام کے ارتقاء کی ضرورت محسوس کی تاکہ چھوٹے جھگڑے مقامی طور پر حل ہوسکے۔اوربڑے بڑے مقدمات بڑے قاضی رسول اللہﷺ کی عدالت میں پیش کئےجاتے ۔یہ نظام اس وقت تک ممکن تھا جب مدینہ کے گرد و نواح قبائل پر مشتمل تھے۔لیکن جب قبائل شہروں اورقصبوں میں تبدیل ہوئے اورسیاسی وتجارتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اورحدود پھیل گئیں اورقدرتی طور پر دیوانی اورفوجداری معاملات اورمقدمے روز بروزبڑھتے گئے اورنبی کریمﷺ کو بہت زیادہ وقت دینا پڑتا۔آپ کی حیثیت ایک قاضی کی بھی تھی اورنبی کریمﷺ نے اپنی زندگی میں کسی کو قاضی مقر ر نہیں کیاتھا ہاں بعض گورنروں کو دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ یہ ذمہ داری بھی سپرد کی ہوئ تھی۔نبی کریمﷺ لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ وحی کے مطابق فرماتے تھے۔ آپ ﷺمدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کی گفتگو کو توجہ سے سنتے ،اثبات واقعہ کی صورتیں آپ ﷺ کے ہاں گواہی ،قسم تحریر، فراست ودرایت وغیرہ تھیں،آپ ﷺ فرماتے کہ میں ظاہری ثبوت اور شواہد سے فیصلہ کرنے کےلئے مامور ہو خفیہ سے صرف اللہ تعالیٰ واقف ہے۔[12]
مدینے کا مستقل قاضی

---

11 محمد طفیل ،نقوش رسول نمبر ، ادارہ فروغ اردو ،لاہور،ج11،ص625

12 ڈاکٹر ،حسن ابراہیم ،مسلمانوں کانظم مملکت، ندوۃ المصنفین دہلی،ص310

چیف جسٹس کی حیثیت سے نبی کریمﷺ مدینہ کے قاضی تھے اور عمومی مقدمات میں عمر رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کے فیصلے کرتے تھے۔

علیحدہ قاضیوں کاتقرر

ارشاد تعالیٰ کے مطابق مدینہ میں رسول اللہﷺ قاضی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔اورفتوحات کے بعد جب مزیدعلاقے مسلمانوں کے قبضے میں آنے شروع ہوئے توآپﷺ نے ان علاقوں کے نظم ونسق کے لئے ایک والی مقرر فرمائے جو وہاں کے نظم ونسق چلانے کے ساتھ وہاں کے قاضی بھی تھےاور رسول اللہ ﷺ جووالی مقرر کرتے تھے وہ قرآن وسنت کےماہر ہوتےتھے۔ لہذا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا عتاب بن اسیدرضی اللہ عنہ کو مکہ والی اور قاضی مقرر فرمایا تھا۔[13]

صوبائی اورضلعی قاضی

قبائلی علاقوں میں قبیلوں کے سردار کوہی انتظامی وعدالتی فرائض کی ذمہ داری سونپی گئی۔ریاست کے ترقی یافتہ علاقوں میں باضابطہ اورمستقل عدالتی مشینری کی ضرورت تھی اس سلسلہ میں مدینہ، مکہ المکرمہ اوریمن میں اہل ترین اوراعلیٰ تربیت یافتہ منتظم اور قاضی مقرر کئے گئے تھے۔[14]

مکہ المکرمہ کا عدالتی نظام

مکہ میں عتاب بن اسیدرضی اللہ عنہ کو حاکم ومنتظم مقرر کیاگیا[15] یہ مکہ کے لوگوں کے تنازعات اورمقدمات نمٹاتے تھے اوربہت کم مقدمات میں عدالت عظمیٰ کومدینہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا۔اور بعض پیچید ہ مسائل مدینہ کو بھیجےجاتے تھے۔[16]

یمن میں نظام عدالت

یہ بہت ترقی یافتہ اور آباد علاقہ تھا۔ اورپرانی عدلیہ کی روایات بھی موجود تھیں اورنبی کریمﷺ نے دو بڑے عدالتی علاقوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ پر معاذرضی اللہ عنہ اور دوسری پر ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو

---

13 اسلامی ریاست کا عدالتی نظام،ص83

14 الماوردی،احکام السلطانیہ ،ج1،ص131

15 ایضاً

16 ایضاً

مقرر کیا۔ اوریہ دونوں قانونی اورعدالتی امور پر اکثر آپس میں مشورے کرتے تھے۔[17]

دور نبویﷺ میں عدالتی سزا

دورنبویﷺ میں جیل خانے نہ تھے اور کوڑوں کے لئے جلاد مقررنہ تھے عدالت بہت کم سزا دیتی تھی ۔اس لئے کم واقعات ملتے ہیں لیکن اس دور کی سب سے سخت سزا سوشل بائیکات تھا جس کے خدشے سے جرائم کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔[18]

خلفائے راشدین کے عہد میں نظام عدالت

اسلامی عدل کا ایک بڑا ماخذ نبی کریمﷺ کے عہد کے بعد خلفائے راشدینؓ کا ہے۔ان کے عہد میں ملک کا پورا نظم ونسق قرآن مجید اورسنت نبویﷺ کا آئینہ دار تھا۔ ان کا دستورقرآن وسنت تھا اورانہوں نےقرآن کی پوری اتباع کی اورجس مسئلہ میں مثال نہ ملتی تو اجماع کے ذریعے فیصلہ ہوتا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں قضاۃ کاتقرر

قضاۃ کا تقرر خلیفہ کاحق تھا اورکبھی یہ حق خلفاء خود استعمال کرتے تھے اور کبھی گورنروں کو اختیار دیتا تھااور خلیفہ کو مکمل اختیارتھا کہ وہ جس فیصلہ کو چاہئے دیکھے،پرکھے ،جانچےکیونکہ تمام قضائیہ وتشریعیہ اختیارات خلفاء کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ قضاۃ خلیفہ کی نیابت کرتے تھے۔[19]

نظام عدل عہد صدیقی میں

نبی کریمﷺ کے وصال کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ان کا نظام عدالت ایک صاف اورواضح آئین کے تحت قائم تھا۔ان کے اصول یہ ہے کہ وہ ایک واضح ترین آئین کے تحت قائم ہو۔دوسرا اصول یہ ہے کہ مدعی ،مدعیٰ علیہ ،مستغیث اور ملزم کوثبوت اورصفائی کے مساوی مواقع حاصل ہوں ۔فیصلے ظاہری شہادت پر ہوتے تھے عدالتی طریقہ کارسستا اور جلد انصاف فراہم کرنے والاتھا۔جو نظام نبی کریمﷺ کے زمانے میں رائج تھا وہی نظام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا۔انہوں نے اپنا منصب

---

17 مولوی محمد ابراہیم،احکام سلطانیہ،دارالطبع عثمانیہ ،حیدر آبا دکن،ص21

18 اسلامی ریاست کا عدالتی نظام،ص87

19 ایضاً ،ص20

بحیثیت سربراہ سنبھالااوراکثر وبیشتر انہی صوبائی اورضلعی گورنروں کو برقرار رکھاجنہیں رسول اللہﷺ نے مقرر کیاتھا۔[20]

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے تحت صوبائی عدالتیں

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے صوبوں میں وہی عدالتی نظام قائم رکھا جورسول اللہﷺ نے قائم کیاتھا۔ ججوں اورگورنروں کو پورے عدالتی اختیارات حاصل تھے۔[21]

خلیفہ اول نے اپنے نظام حکومت سے یہ ثابت کردیا تھا کہ لوگوں کو عدل وانصاف کی فراہمی حاصل ہے اور جو عدل وانصاف کے محافظ تھے بلا ردورعایت اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے کوئی مظلوم مسلمان اورغیر مسلم اپنے معاملات طے کرانے کے لئے عدالتوں سے رجوع کرسکتا تھا۔ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عدالتی افسر مقرر کئے گئے تھے۔جو صوبائی اور دیگر عدالتوں کی نگرانی کرتے تھے۔ اور مرکزی حاکم اپنے ماتحت عدالت کے فیصلے پر نظرثانی اوراپیل کے اختیارات استعمال کرکے صوبائی قاضی کے خلاف نکتہ چینی کر سکتاتھا۔[22]

ابن عرنوس رضی اللہ عنہ تاریخ القضاۃ في الاسلام میں لکھتے ہیں:

کہ ابوبکراپنے دور خلافت میں زیادہ تر مقدمات خود حل کرتے تھے لیکن جب خلافت کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں تو آپ نے عمرفاروق رضی اللہ عنہ کو خدمات سپرد کردی۔لیکن آپ کی زندگی میں کوئی قابل ذکر مقدمہ درج نہ ہوا کہ اس کا فیصلہ کرتے۔[23]

عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں نظام عدل

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریمﷺاور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ نظام عدل کوبرقرار رکھا۔اس میں کچھ اچھی اورخاصی تبدیلیاں بھی کیں۔عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ والا اصول اپنایا کہ پہلے قرآن وسنت سے مسئلے کا حل ڈھونڈتے تھے پھر ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کے فیصلے کو تلاش کرتے اگر ان کے عہد کے فیصلہ نہ ملتا تو رؤس المسلمین کو جمع فرماتے تھے۔ وہ اجماع سے فیصلے

---

20 اسلامی ریاست کا عدالتی نظام،ص87

21 طبری،جریر، تاریخ طبری، مطبعه الاستقامة،قاہرہ،ج3،ص277

22 جعفری،رائیس احمد،سیاست شرعیہ،ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور،ص127-128

23 ابن عرنوس،تاریخ القضاء فی الاسلام،ص19

کرتے تھے اور پھر اس فیصلے کو نافذ کرتے تھے۔عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کومدینہ، شریح کوبصرہ ،ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیاتھایہ تمام حضرات اختیارات وقضاءکے حامل تھے۔[24]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد تک خلیفہ ملکی قضاء کاکام بھی کرتے تھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں یہ رواج قائم کررکھا تھا مگرعمر فاروق رضی اللہ عنہ نےبعد میں قضاء کا صیغہ الگ کردیا اورتمام اضلاع میں عدلتیں قائم کیں۔اس کے علاوہ قضاء کے اصول وآئین پر ایک فرمان لکھا۔جو ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ گورنر کوفہ کے نام تھا۔جس میں تمام اصولی احکام درج تھے۔[25]

عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے نظام عدل کے اصول ،قواعد وضوابط آج کے ترقی یافتہ قواعد پر سبقت لئے ہوئے ہیں اور ایک روشن مثال کا درجہ رکھتے ہیں۔

"خلیفہ انتخاب قاضی میں بہت اختیاط کرتاتھا قاضیوں کا انتخاب اور تقرر مرکز سے ہوتاتھا۔عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے رشوت اورناجائز آمدنی کے سد باب کے لئے بہت تدبیریں اختیار کیں۔قاضیوں کو بڑی بڑی مراعات دیا کرتی تھی۔غیر مسلموں کو اپنے فیصلے کرنے کااختیار تھی مسجدوں میں عدالتی اجلاس ہوا کرتے تھے فریقین سے کوئی فیس وصول نہیں ہوتاتھا۔عدالت کے دروازے پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔اورعمررضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قید خانے بنوائے اور خلیفہ خود ایک عام آدمی کی طرح آتے تھے۔"[26]

عامل کو قاضی کے ماتحت رکھا تھا تاکہ وہ آزاد ہوکر عدل کرسکے اورقاضی تمام بیرونی اثرات سے محفوظ تھا ہر ضلع میں قاضی مقرر تھا صوبائی گورنر کو قاضی کا کوئی اختیار حاصل نہیں تھا اورہر ضلع میں چھوٹے قاضی مقرر تھے۔ عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں

---

24 ابن عرنوس،تاریخ القضاء فی الاسلام،ص128

25 شبلی نعمانی،الفاروق سوانح عمری حضرت عمرؓ،مکتبہ رحمانیہ ،لاہور،ص219

26 صدیقی ،عبدالحفیظ،برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل گستری، ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،ص46،47

قاضیوں کو تنخواہیں دینے لگی تھیں تاکہ اپنی زندگی بآسانی بسر کرسکیں اور لالچی نہ ہو۔[27]

عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں عدالت کا کام عمررضی اللہ عنہ کے سپرد تھا خلیفہ بننے کے بعد کچھ عرصے تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے لیکن فتوحات کی کثرت کی وجہ سے انتظامی معاملات زیادہ ہوگئے۔تو آپ نے عدالتی کام کے لئے جدا قاضی مقرر کردیا پہلے مدینہ کے لئے عدالتی فرائض خود سرانجام دیتے تھے لیکن اب ایک صحابی ابودرداء رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ا ن کو قاضی کانام دیا اور قاضی کے عہدے کی سرکاری طورپر ابتداء عمر نے فرمائی۔پھر کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد ہونے کے بعد وہاں کے قاضی شریح کو قاضی بنایا اور ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کوبصرہ کا قاضی مقرر کیا۔قیس بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا قاضی مقرر کیا۔ان کے تمام قاضیوں کے فرائض صرف عدالتوں تک محدود تھے وہ قرآن وسنت کی حدود میں آزادانہ فیصلے کرتے تھے۔عمرفاروق رضی اللہ عنہ کا پہلا قدم عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی اور اختیارات کی تقسیم وتنظیم تھی۔[28]

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں نظام عدل

عمررضی اللہ عنہ کے سارے اصول اس کے زمانے میں بحال رہے اور ان کے زمانے میں ایک عمارت دارالقضاء کے نام سے بنایا گیا۔[29]

فتوحات کے دائرہ کی وسعت کے ساتھ نظام قضاء کی وسعت بھی عمل میں آئی اورعثمان غنی فیصلے خود فرماتے تھے لیکن طریقہ کار یہ تھا کہ جب فریقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ایک کو علی رضی اللہ دوسرے کو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کو بھیجتے اور جب وہ آجاتے تودونوں فریق کو اپنی اپنی بات کہنے کا حکم دیتے تھے۔ جب دونوں کی بات سن کر علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے عثمان رضی اللہ عنہ کو اتفاق ہوتا توفیصلہ فرماتے تھے ورنہ بعد کو غور فرماتے ۔[30]

علی رضی اللہ عنہ کے عہد کا نظام عدل

---

27 راشد شعیب،اسلامی نظام حکومت،بک پروموٹرز،اسلام آباد،ص187

28 اسلامی ریاست کا عدالتی نظام،ص99

29 محمد ،حمیداللہ ،عہد نبوی میں نظام حکمرانی،ص35

30 امام وکیع قاضی محمد بن خلف،اخیار القضاۃ ،مطبوعہ الاستقامۃ،قاہرہ، ج1،ص110

نبی کریمﷺ کے عہد اور تینوں خلفاء کے عہد میں عدلیہ کی جو حیثیت تھی وہ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں برقرار رہی۔
باب قضاء میں علی رضی اللہ عنہ "علی" تھے چونکہ نبوت کی روشنی سے ہر صحابی نے ایک رنگ حاصل کیا۔علی رضی اللہ عنہ نے کارقضاء میں ممتاز حیثیت پایا اور انہیں "اقضائیم علی" کا خطاب ملا ۔[31]
قانون وراثت کے سلسلے میں علی رضی اللہ عنہ عدل اور رد کے بانی سمجھے جاتے ہیں جھوٹے گواہوں کی شہادت کےوقت دوسرے گواہوں کو عدالت سے ہٹا دیتے تھے۔ [32]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں نظام عدل

جس طرح مختلف علاقوں میں ولاۃ حکام اورامراء کاتقرر کیاجاتاتھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان علاقوں میں قاضیوں اور مفتیوں کا تقرر ہوتاتھااور یہ سلسلہ بہت وسیع تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فلسطین کا قاضی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے[33]اور بصرہ کے قاضی عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ اور شام کا قاضی ابودرداءرضی اللہ تھے[34] اورابودرداءرضی اللہ عنہ کے بعد مشہور صحابی فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ دمشق کا قاضی بنا۔[35]اور اس طرح قاضیوں کا سلسلہ پھیلا ہواتھا اور ہرعلاقے اور مقام کے لئے الگ الگ قاضی مقرر کئے جاتے تھے جس طرح مورخین لکھتے ہیں کہ وکان لکل ولایۃ قاض خاص ۔[36]

اموی اور عباسی عہد میں نظام عدل

جمہوری ادارے اس عہد میں ختم ہوگئے جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں قائم تھےیزید اور اس کے بعد موروثی خلافت تھی۔بنوامیہ کے ایک خلیفہ عمربن عبدالعزیز کو مسلمان خلیفہ صالح اور پانچویں خلیفہ راشد

---

31 ایضاً ، ج1،ص91

32 علامہ ،عباس محمود ،علی بن ابی طالب،ترجمہ اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی،لاہور،ص239

33 ذہبی،تاریخ اسلام،ج2،ص118

34 ابن سعد،طبقات ابن سعد،ج7،ص117-118

35 اسد الغابہ،ج4،ص182

36 ابن سعد،طبقات ابن سعد،ج5،ص13

سمجھتے ہیں۔ یہ بہت بڑے مقنن اورفقہیہ تھے اس کے دور میں علم اصول فقہ کو بہت ترقی ہوئی۔[37]

محکمہ انصاف

اس شعبے کو قضاء کا شعبہ کہلاتے تھے۔ ابتداء میں امیر کے تعینات کئے ہوئے صوبائی امیر اور دیگر انتظامی امور کے علاوہ قاضیوں کے فرائض بھی خود سرانجام دیتے تھے مگر بعد میں ہر شہر اورہر صوبےمیں عامل کے علاوۃ قاضی کا تعین بھی ہونے لگا۔[38]

قاضیوں کاتقرر گورنر کرتے تھے صرف دارالخلافہ کا قاضی خلیفہ مقر ر کرتے تھے۔ مگر وہ بھی دوسروں قاضیوں کی طرح تھے ان کو دوسروں شہروں میں قاضیوں پر کوئی خاص فضیلت حاصل نہ تھی ۔وہ بھی صرف مسلمانوں کے مقدمات سننے کا حق حاصل تھا غیر مسلموں کے لئے علیحدہ جج مقرر ہوتے تھے۔ جو ان کے رسم اوران کے اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرتے[39]۔

قاضی فیصلے قرآن اورحدیث قطعی کے مطابق کرتے اگر کوئی فیصلہ قرآن اورحدیث میں نہ پالیتے تو ایسے معاملات کے فیصلے قاضی اپنے اجتہاد سے کرتے ۔بنی امیہ کے عہد میں عدلیہ خلافت راشدہ کی طرح انتظامیہ سے آزاد رہی اس محکمہ کو صیغہ قضا کہتے تھے۔مرکز کے علاوہ ہر صوبے اور ہر ضلع میں عدالت قائم ہوتی تھی۔[40]

عباسی عہد میں انصاف

عباسی دور میں عدل وانصاف کا ایک معقول انتظام موجود تھا دیوانی مقدمات میں غیر مسلموں کے مقدمات ان کے اپنے مذہبی پیشوا حل کرتے تھےاور فوجداری مقدمات میں یہ تخصیص نہ ہوتی تھی بلکہ سب مقدمات حکومت کے مقرر قاضی کے سامنے پیش کرنا پڑتاتھا۔[41]

---

37 صدیقی ،عبدالحفیظ،برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل گستری،ص59

38 ڈاکٹر حمید الدین،تاریخ اسلام،فیروز سنز لمیٹڈ کراچی،ص276

39 ایضاً

40 ایضاً

41 ڈاکٹر حمید الدین،تاریخ اسلام،ص415،414

ہر شہر میں ایک قاضی ہوتا جو ان کے ملحق قصبوں اور دیہاتوں میں نائب مقر ر کرتے تھے۔ان کو عادل کہا جاتاتھا بغداد کا قاضی قاضی القضاۃ کہلاتا تھا جس کی حیثیت جسٹس کی طرح ہوتی تھی ۔ان کے فیصلوں کا یہ عالم تھا کہ خود خلیفہ میں یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ اس کے فیصلے سے سرکوبی کریں۔ مملکت کی بڑی عدالت دارالعدل کہلاتی تھی۔ جس کا صدر خلیفہ یا قاضی القضاۃ ہوتاتھا وزیراعظم اور حاجب اس کورٹ کے جج شمار ہوتے تھے۔ ملک کی دیگر عدالتیں دارالعدل کے ماتحت ہوتی تھیں۔[42]

خلیفہ کے فرائض میں سے ایک فرض عدالتی نظام کا قیام بھی تھا جس میں شرعی احکام کا اجراء ہوتاتھا۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ رکھا گیا قاضی القضاۃ کا عہد ہ بھی قائم کیا جس کا پہلاجسٹس ابویوسف تھا اورہارون الرشید نے عدلیہ سے آزاد رکھنے کا مزید اہتمام کیا اس نے اس تنظیم کی پوری ذمہ داری قاضی القضاۃ کو دی۔تمام دیوانی اور فوجداری مقدمات قاضی کے عدالت میں پیش ہوتے تھے۔وہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔ غیر مسلموں کے دیوانی مقدمات کے فیصلے خود ان کے مذہبی لیڈر کیا کرتے تھے۔اس دور میں عراق کے قاضی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالي کے مذہب کے تحت اور شام کے قاضی امام مالک رحمہ اللہ تعالي کے مذہب کے تحت اور مصر کے قاضی امام شافعی رحمہ اللہ تعالي کے مذہب کے تحت فیصلے کرتے تھے۔ [43]

مسلم اسپین میں عدلیہ اورنظام عدل

مسلمانوں نے اسپین پر کئی سال تک حکومت کی اسپین پر مسلمانوں کی حکومت کےدوران ہر محکمہ مکمل طورپر منظم تھا اور اس طرح مسلمان حکمرانوں نے اسپین میں عدلیہ کے ادارے بھی مضبوط بنیادوں پر قائم کئے تھے۔مسلم اسپین میں بڑا عہدہ قضاۃ کاتھا کیونکہ اس کا تعلق دین کے امور سے ہوتاتھا معاشرہ میں یہ ایک اہم عنصر سمجھا جاتا تھا۔[44]

قاضی دیوانی اور قاضی فوجداری علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے عام طور پر ان کا اجلاس مسجد میں ہوتاتھا قاضی عوا م میں مقدس سمجھے جاتے تھے ان کے مذہبی اختیارات ایسے ہوتے تھے کہ بعض جگہ پر ان کوحاکم مذہبی کہا

---

42 ایضاً ،ص415

43 حسن ابراہیم،مسلمانوں کا نظم مملکت،ص282

44 برنی،آئی ایچ،مسلم اسپین سیاسی وثقافی تاریخ،کفایت اکیڈمی،کراچی،ص546

کرتے تھے تمام قاضی ایک قاضی القضاۃ کے ماتحت کام کرتے تھے۔ جسے قاضی الجماعۃ کہا جاتا تھا اورچھوڑے شہروں میں اس کو مسدد کہتے تھے۔[45] اسپین میں عدالتی نظام عجائبات میں سے تھا کیونکہ پہلے قاعدے بنائے جاتے تھے پھر سرحدات پر نافذ کرتے تھے۔ اس کے بعد سلطنت میں نافذ ہوتے تھے۔ کسی سفارش کو فیصلے پر اثرانداز نہ ہونے دیا جاتا تھا ۔[46]

برصغیر پاک وہند میں نظام عدل

محمد بن قاسم نے 711ء میں سندھ فتح کرنے کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کا سیاسی تعلق شروع ہوا۔ خلافت کے دوسرے حصوں کے طرح سندھ کی مقامی حکومت کی تشکیل بھی تھی۔محمد بن قاسم نے مذہبی رواداری پر زیادہ زو دیا۔ہندوں کے مقدمات اپنے قانون کے مطابق حل ہوتے تھے۔ احکام دہرم شاستراور دیگر معتقدات کا بہت احترام کیا جاتاتھا ۔اس وجہ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ شیر وشکر تھے۔مسلمانوں کے انصاف کا اثر مسلمانوں کی حکومت جانے کےبعد بھی رہا جس کو برطانیہ بھی ایک عرصے تک برقرار رکھا۔[47]
تین صدیوں کے بعد غزنویوں نے اپنی حکومت قائم کی انہوں نے بھی دیوانی مقدمات میں ہندوں کے پنڈتوں سے کام لیا اور ان کو فیصلوں کا اختیار دیا اورمسلمانوں کے معاملات قاضیوں سے متعلق رہے۔نظام عدل کےدوسرے معاملات میں غزنویوں نے عباسیوں کی پیروی کی۔[48]

سلطنت دہلی میں نظام عدل

اسلامی ریاستوں کی طرح ہندوستان میں بھی عدالتی عہدیداروں پر بھاری ذمہ داری عائد تھی اور قاضی کو شرع کے خلاف فیصلہ کرنے پر سزاء موت دی جاتی تھی۔ بادشاہ بحیثیت قانون دان اور سربراہ مملکت تین قسم کے فرائض سرانجام دیتے تھےپہلی حیثیت میں وہ دیوان قضاۃ کے ذریعے انصاف پروری کرتا تھا۔ دوسری حیثیت میں دیوان مظالم کے ذریعے انصاف پروری کرتاتھا۔

---

45 ایضاً

46 ایضاً

47 خان ،میر باسط علی،تاریخ عدالت آصفی،ص21

48 ایضاً ،ص20

اور تیسری حیثیت میں وہ فوجی عہدے دار یا خود فوجی عدالت کے ذریعے باغیوں کے مقدمات سنتے تھے۔[49]

مغلیہ دور میں نظام عدل

مسلم علمائے قانون نے جو نظام متعین کیاتھا وہ سلاطین مغلیہ کا نظام عدل تھا اور سلاطین دہلی نے شمالی ہند میں قائم کیا آئین اکبری میں صیغہ عدل کے بارے جو احکامات صادر کئے تھے وہ اس طرح تھے۔

میر عدل وقاضی

اگر چہ حکومت اور ملک ورعایا کی خبر گیری کرنا درحقیقت فرمانروایان عالم کا فریضہ اور ان کامنصب عالی ہے۔لیکن یہ ہرشخص کے بس میں نہیں جو سارے سرزنشوں کی نگرانی کرسکے اس لئے بادشاہ ملک ایک خاص خادم کو اس خدمت پرمامور فرماتے تھے۔ جو رعایا کے حقوق کی حفاظت کرسکے۔ان کافریضہ یہ ہوتاتھا کہ گواہوں ،شہادت اورحلف پر اعتبار نہ کرے بلکہ ہر قسم کی تحقیقات سے معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔[50]

بادشاہ اورعدل گستری

عدل گستری کادوسرا مقام بادشاہ کا دربار ہوتاتھا۔ مسلم فقہاء کی قول پر عدالتی مقدمات کا فیصلہ بادشاہ کو خود کرنا چاہئے کےوہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے عدالت کے فیصلے خودکرتے تھے۔یعنی مقدمات کی سماعت بادشاہ دربار میں روزانہ کیا کرتے تھے اور ان مقدمات کی سماعت ہفتے میں ایک بار کرتے تھے جن میں گواہوں یا جرح کرنا ضروی ہوتاتھا۔اس لئے اکبر نے جمعرات جہانگیرنے منگل اور شاہ جہان نے بدھ کو مخصوص کررکھا تھا۔[51]

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت کئی صدیوں تک قائم رہی اور انگریز حکومت کے قائم ہونے تک مسلمان فرماں رواؤں کا نظام عدل کارفرما رہا اورملکی نظم کے ساتھ عدل وانصاف کامحکمہ خاص توجہ کا مرکز تھا ۔[52]

نتائج البحث

1. اسلامی نظام عدلیہ کو تین بڑےادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔نبی کریمﷺ کی ہجرت سے ڈیڑھ سوسال تک ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں نبی کریم ﷺ کادور اور خلفائے راشدینؓ کا دور شامل

49 زبیری،ہلال احمد،سلطنت دہلی کا نظم حکومت،تصنیف وتالیف،کراچی،ص158

50 ابو افضل،آئین اکبری،سنگ میل پبلشرز،اردو بازار لاہور،ج1،ص575،576

51 ابن حسن،دولت مغلیہ کی ہیت مرکزی،مجلس ترقی ادب،کراچی،ص471

52 ایضاً،ص 462

ہے۔دوسرا دوربغداد کی تعمیر سے عباسی دارلحکومت سے شروع ہوتا ہے اوراسلامی حکومت ترکوں کے ہاتھ میں چلی گئی اوریہ دور 1255ء تک جاری رہا۔تیسرا دورسلطان عبدالمجید ثانی کےدولت عثمانیہ میں جدید اصلاحات کے نفاذ سے شروع ہوتاہے۔ مصر میں محمد علی پاشا برسر اقتدار آنے کے بعد سلطنت عثمانیہ کے قوانین کااجراء کیااوریہ دور اس وقت سے لیکر اب تک برقرار ہے۔

2. زندگی کاکوئی شعبہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی،قومی ہو یا بین الاقوامی،معاشی ہویاسیاسی،معاشرتی ہویا قانونی اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں رہا۔
3. اسلام کا ایک مستقل عدالتی نظام ہے جو قرآن وسنت کے اصولوں کے مطابق ہیں ۔
4. دستورمدینہ کی دفعات 24 اور44 کاتعلق عدلیہ سے ہیں اوریہ دستور دنیا کا پہلا تحریری دستور کہلانے کامستحق ہے۔
5. نبی کریمﷺ مکہ المکرمہ سے مدینہ المنورہ کی طرف ہجرت کرکے وہاں اسلامی ریاست قائم فرمائی۔اور جس کو ایک دستوربھی فراہم کیاگیا جس دستور پراسلامی مملکت کی تشکیل ہوئی اوراس دستور کے بعض دفعات نظام عدل سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔
6. قبائلی علاقوں میں قبیلوں کے سردار کوہی انتظامی وعدالتی فرائض کی ذمہ داری سونپی گئی۔